صوبیدار لطیف اللہ

خلع کا شرعی طریقہ کار

خلع کا معنی ومفہوم

خلع کی معنی اُتار دینے کے ہیں۔ عربی محاورہ میں کہتے ہیں خالعت المراۃ زوجھا (عورت نے معاوضہ دے کر خاوند سے طلاق حاصل کی) خلع استعارہ ہے خلع اللباس (لباس اُتار دینا) سے خلع القمیص عن البدن کے معنی قمیص اتارنے اور جسم سے دُور کرنے کے ہیں۔ چوں کہ خلع بھی نکاح کو اس کے لزوم کے بعد دُور کر دیتا ہے، لہٰذا اس کو یہ نام دیا گیا ہے اس لیے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

ھن لباس لکم و أنتم لباس لھن (سورۃ البقرہ:۸۷) (۱)

عورتیں تمھارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

اختلعت المراۃ من زوجھا.(۲)

مال دے کر عورت نے مرد سے جدائی اختیار کرلی۔

شرعی اصطلاح میں کچھ روپیہ پیسہ دے کر یا مہر معاف کر کے عورت کا مرد سے رشتہ نکاح کاٹ لینے یا اس کی قوامیت کی قید سے نکل جانے کو خلع کہتے ہیں۔(۳)

خلع کی شرعی حیثیت

شریعت اسلامیہ نے جس طرح مرد کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ناپسندیدگی کی

(۱) اقضیۃ الرسول تالیف محمد بن الفرج ابن الطلاع تحقیق وحواشی ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی ص: ۴۶۱۔ مطبع نقوش پریس لاہور۔
(۲) مصباح اللغات، مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، بذیل مادہ خلع ص: ۲۱۵، مجلس نشریات اسلام کراچی۔
(۳) اسلامی فقہ، مولانا مجیب اللہ ندوی، حصہ دوم ص: ۴۴۵، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔

صورت میں طلاق دے دے۔ طلاق وہ آخری قدم ہے کہ جب میاں بیوی کو باہم جمع رکھنے کی انتہائی کوششیں ناکام ہوچکی ہوں۔ محبت اور موافقت کی کوئی صورت باقی نہ رہی ہو۔ رشتہ نکاح کے اصل مقاصد فوت ہو رہے ہوں۔ اصلاح حال کی تمام تدبیریں نکام ہوچکی ہوں تو حدود اللہ کے توڑنے سے بہتر ہے کہ اس رشتہ نکاح کو توڑ دیا جائے اسی طرح شریعت نے عورت کو بھی ایک ناپسندیدہ، ظالم یا ناکارہ شوہر سے خصوصی حالات میں خلاصی حاصل کرنے کا حق عطا کیا ہے۔ مگر جس طرح مرد کو یہ واضح ہدایت دی گئی ہے کہ طلاق اور تفریق کا اختیار بالکل مجبوری کی حالت میں استعمال کرے اسی طرح عورت کو بھی یہ ہدایت دی گئی ہے کہ یہ قدم اس کو اسی وقت اُٹھانا چاہیے جب کہ واقعی اس کی کوئی دینی، اخلاقی معاشی حق تلفی ہو رہی ہو یا اس پر کوئی ناقابل برداشت معاشرتی ظلم ہو رہا ہو یا وہ اپنے جنسی جذبات کی بنا پر سخت ذہنی کوفت میں ہو۔

خلع کے دو پہلو ہیں اس کا ایک پہلو اخلاقی ہے اور دوسرا قانونی۔ اخلاقی پہلو سے شریعت جس طرح طلاق کو ناپسند کرتی ہے اسی طرح خلع کو بھی پسند نہیں کرتی۔ کیوں کہ اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لیے ہو اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے کیوں کہ جدائی کا اثر صرف فریقین ہی پر نہیں پڑتا بلکہ اس کی وجہ سے نسل و اولاد کی تباہی و بربادی ہوتی ہے اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک کی نوبت آجاتی ہے اسی لیے جو اسباب اور وجوہ اس معاملہ کو توڑنے کا سبب بن سکتے ہیں اسلامی تعلیمات نے ان تمام اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے۔ شوہر اور بیوی کو جو ہدایتیں قرآن وسنت میں دی گئی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ رشتہ ازدواج ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے اور ٹوٹنے نہ پائے۔ چناں چہ اسلامی شریعت میں طلاق یا خلع آخری چارہ کار کے طور پر جائز ہے۔ اسلام کی نگاہ میں وہ عورت سخت گناہ گار ہے جو بلاوجہ اپنے خاوند سے خلع کا مطالبہ کرتی ہے۔ حدیث نبوی ہے۔

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امراۃ سالت زوجھا طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیھا رآئحۃ الجنۃ(۴)

(۴) مشکواۃ المصابیح، جلد دوم، باب الخلع والطلاق، ص: ۱۰۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

☆ جہاں مجازی کی کوئی صورت متعین ہو اس مقام پر نیت کی ضرورت نہیں ہوگی ☆

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے خاوند سے بغیر کسی وجہ کے طلاق چاہے اس پر جنت کی ہوا بھی حرام ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان مبارک ہے:

ان اللہ لایحب الذواقین والذواقات(۵)

اللہ تعالیٰ مزہ چکھنے والے مردوں اور مزہ چکھنے والی عورتوں کو پسند نہیں کرتا۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال المنتزعات والمختلعات ھن المنافقات.(۶)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے خاوند سے کشیدہ رہنے والی اور خلع کرنے والی عورتیں ہی منافق اور دھوکہ باز ہوتی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث مبارکہ اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ عورت کو خلع کا حق تو دیا گیا ہے لیکن اس حق کو بلاوجہ استعمال کرنا گناہ ہے یہی خلع کا اخلاقی پہلو ہے۔ رہا خلع کا قانونی پہلو تو قانون کا کام اشخاص کے حقوق متعین کرنا ہے۔ حق کے بجایا بے جا استعمال کرنے کا معاملہ بڑی حد تک خود استعمال کرنے والے کے اختیار تمیزی اس کی دیانت اور خدا ترسی پر منحصر ہے۔ قانون جس طرح مرد کو شوہر ہونے کی حیثیت سے طلاق کا حق دیتا ہے اسی طرح عورت کو بھی بیوی ہونے کی حیثیت سے خلع کا حق دیتا ہے تاکہ دونوں کے لیے بوقت ضرورت قید نکاح سے آزادی حاصل کرنا ممکن ہو۔

خلع کے بارے میں دیگر احکام شریعہ

خلع کے بارے میں سب سے اہم بات جو ہے وہ یہ ہے کہ عورت کو طلاق حاصل کرتے وقت ان تمام حقوق سے محروم ہونا پڑتا ہے جو حق مہر کی یافت میں اس کو حاصل ہوتے

(۵) اسلامی فقہ، مولانا محسیب اللہ ندوی، حصہ دوم ص:۴۴۶، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔

(۶) سنن نسائی، جلد ثانی، باب ماجاء فی الخلع ص:۷۷ مطبع حامد کمپنی لاہور۔

ہیں۔ چناں چہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللّٰہ فان خفتم الا یقیما حدود اللّٰہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ، تلک حدود اللّٰہ فلا تعتد وھا. ومن یتعد حدود اللّٰہ فاولئک ھم الظالمون.(۷)

اور یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ ہاں اگر زن وشوہر کو خوف ہو کہ وہ خدا کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اگر عورت (خاوند کے ہاتھ سے) رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ خدا کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں ان سے باہر نہ نکلنا اور جو لوگ خدا کی حدوں سے باہر نکل جائیں گے وہ گناہ گار ہوں گے۔

قرآن مجید کے علاوہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی خلع کے واقعات ملتے ہیں۔

عصر حاضر کے جلیل القدر اسلامی مفکر ومفسر اور تحریک اسلامی کے عظیم قائد ومجاہد سید قطب شہید اپنی معرکۃ آلاراء تفسیر فی ظلال القرآن میں امام مالکؒ کی مشہور و مایہ ناز تصنیف موطا سے حدیث بیان کرتے ہیں:

ان حبیبۃ بنت سھل الانصاری کانت تحت ثابت بن قیس بن شماس وان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خرج فی الصبح فوجد حبیبۃ بنت سھل عند بابہ فی الغلس فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ھذہ؟ قالت انا حبیبۃ بنت سھل فقال ماشانک فقالت لا انا ولا ثابت بن قیس لزوجھا. فلما جاء زوجھا ثابت بن قیس قال لہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ھذہ حبیبۃ بنت سھل قد ذکرت ماشاء اللّٰہ ان تذکر فقالت حبیبۃ یا رسول اللّٰہ کل ما اعطانی عندی فقال رسول اللّٰہ صلی

(۷) سورۃ البقرہ: ۲۲۹

اللہ علیه وسلم خذمنها فاخذمنها وجلست فی اهلها.(۸)

حبیبہ بنت سہل انصاریؓ ثابت بن قیس بن شماس کی زوجیت میں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کو نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبیبہ بنت سہلؓ کو اندھیرے میں اپنے دروازے کے پاس پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون؟ انھوں نے کہا میں حبیبہ بنت سہلؓ ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے انھوں نے کہا میں اور ثابت بن قیسؓ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ جب ان کے شوہر ثابت بن قیسؓ آئے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حبیبہ بنت سہلؓ اس نے بیان کیا جو کچھ اللہ نے چاہا کہ بیان کرے حبیبہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول جو کچھ انھوں نے دیا ہے وہ سب میرے پاس موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیا ہوا مال ان سے لے لو تو انھوں نے اپنا دیا ہوا مال ان سے لے لیا اور وہ اپنے گھر والوں میں چلی گئی۔

امام بخاری نے اس واقعہ کو اس طرح روایت کیا ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه ان امراة ثابت بن قیس اتت النبی صلی اللّٰه علی وسلم فقالت یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثابت بن قیس ما اعتیب علیه فی خلق ولا دین ولکنی اکره الکفر فی الاسلام فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اتر دین علیه حدیقته؟ قالت نعم قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اقبل الحدیقة وطلقها تطلیقة.(۹)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت بن قیسؓ سے کسی بری عادت یا دین داری کے باعث ناراض نہیں

(۸) فی ظلال القرآن: سید قطب جلد اول ص: ۶۰۱ المطبعۃ العربیۃ انارکلی لاہور

(۹) صحیح بخاری شریف، جلد سوم، کتاب الطلاق ص: ۱۴۰، مطیع سعیدی قرآن محل کراچی

ہوں لیکن میں حالت اسلام میں ناشکری نہیں کرنا چاہتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس کا باغ اس کو واپس کرنے کو تیار ہے انھوں نے کہا ہاں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیسؓ سے فرمایا کہ اس کا باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔

ابن جریرؒ نے اس واقعہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے:

عن ابی جریر انه سال عکرمة هل کان للخلع اصل قال کان ابن عباس یقول ان اول خلع کان فی الاسلام فی اخت عبداللّٰه بن ابی انها اتت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقالت یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا یجمع راسی وراسه شئی ابدا انی رفعت جانب الخباء فرایته قد اقبل فی عدة فاذا هو اشدهم سواد او اقصر هم قامة واقبحهم وجها فقال زوجها یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انی قد اعطیتها افضل مالی حدیقة لی فان ردت علی حدیقتی قال ماتقولین قالت نعم وان شاء ردته قال ففرق بینهما. (۱۰)

ابو جریرؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے عکرمہ سے پوچھا کیا خلع کی کوئی بنیاد ہے انھوں نے فرمایا کہ عبد اللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ عہد اسلام میں پہلا خلع عبد اللہ بن ابی کی بہن کا ہوا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرا اور ان کا سر ایک جگہ کبھی اکٹھا نہیں ہوسکتا۔ میں نے اپنے خیمے کے ایک گوشے کو اٹھا کر دیکھا کہ وہ چند آدمیوں کے ساتھ آ رہے ہیں۔ تو وہ ان میں سب سے زیادہ سیاہ فام سب سے زیادہ پستہ قد اور سب سے زیادہ قبیح صورت تھے۔ ان کے شوہر نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے انھیں اپنا بہترین مال۔ اپنا باغ

(۱۰) فی ظلال القرآن سید قطب جلد اوّل، ص:۶۰۲

دیا ہے یہ اگر میرا باغ مجھے واپس کردیں (تو میں انھیں طلاق دے سکتا ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا کہتی ہو؟ انھوں نے کہا ہاں میں واپس دے دوں گی اور اگر یہ چاہیں تو میں کچھ اور بھی دے سکتی ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں تفریق کرادی۔

قرآن وحدیث کے مذکورہ بالانصوص کے پیش نظر خلع کے سلسلہ میں جوضروری امور ہمارے سامنے آتے ہیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ خلع لینا عورت کا حق ہے اور اس کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہوتا ہے۔

۲۔ خلع کے حصول کے لیے عورت کو نہ صرف اپنا حق مہر ہی چھوڑنا پڑتا ہے بلکہ اگر شوہر اس کے علاوہ مزید مطالبہ کرے تو اس مطالبہ کو بھی ماننا پڑے گا۔

۳۔ خلع گھریلو سطح پر بھی ہوسکتا ہے۔ عدم موافقت پر یہ مسئلہ براہ راست بااختیار عدالت کے سامنے پیش کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ خلع کے لیے عورت کے ساتھ مرد کی ذہنی وفکری اورحسن و جمال کی ہم آہنگی کے فقدان کا ہونا ہی کافی ہے۔

۵۔ خلع صرف اس وقت وقوع پزیر ہوگا جب حدود اللہ کے ٹوٹنے کا اندیشہ اور خطرہ ہوگا جس میں حقوق زوجیت میں خیانت یا ان کی ادائیگی میں محرومی رونما ہو۔

۶۔ خلع کی حیثیت طلاق رجعی کی بجائے طلاق بائنہ کی سے ہے کیوں کہ طلاق رجعی میں مرد کو رجوع کا حق ہوتا ہے۔ طلاق بائنہ میں جدائی واقع ہو جاتی ہے اگر جدائی واقع نہ ہو تو پھر عورت معاوضہ دے کر بھی خلاصی حاصل نہیں کرسکتی تاہم خلع کے بعد دونوں راضی ہو جائیں تو تجدید نکاح کرسکتے ہیں۔

خلع کا اسلامی طریقہ

قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات واضح کی جاچکی ہے کہ خلع میاں بیوی دونوں کی اجازت اور مرضی کے بغیر نہیں ہوتا لہٰذا شرعاً خلع کے لیے میاں بیوی دونوں کا رضامند ہونا

ضروری ہے نہ بیوی کی رضا مندی کے بغیر شوہر اس کو خلع لینے پر مجبور کرسکتا ہے اور نہ شوہر کی رضامندی کے بغیر عورت خلع حاصل کرسکتی ہے۔ اسی طرح عدالت بھی میاں بیوی دونوں کی رضامندی کے ساتھ تو خلع کا حکم کرسکتی ہے لیکن اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک راضی نہ ہوتو کوئی عدالت بھی خلع کا فیصلہ دینے کی مجاز نہیں۔

قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۲۹ سے خلع کا جو جواز ثابت کیا ہے جس کی وجہ سے اسے آیت خلع سے موسوم کیا جاتا ہے چناں چہ اس آیت میں شروع سے لے کر آخر تک میاں بیوی دونوں کو برابر کا شریک قرار دے کر مخاطب کیا گیا ہے۔ مثلاً:

الا ان یخافا الا یقیما حدود اللّٰہ فان خفتم الا یقیما حدود اللّٰہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ۔

الایہ کہ میاں بیوی دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں قائم نہیں کرسکیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود۔ پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں خداوندی حدود کو قائم نہیں کرسکیں گے تب ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ اس مال کے لینے اور دینے میں جس کو دے کر عورت نکاح سے آزادی حاصل کرے۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے دو اہم اصول نکھر کر سامنے آتے ہیں۔ ایک یہ کہ خلع کے سلسلے میں مرد اور عورت دو برابر کے شریک ہیں۔ جس طرح معاہدہ نکاح میں دونوں کا ایجاب وقبول ضروری ہے اس طرح خلع کے معاملے میں بھی دونوں کا ایجاب وقبول لازمی ہے۔ فان خفتم کے قرآنی خطاب میں شامل تمام افراد یعنی میاں بیوی ان دونوں کے خاندان کے بزرگ ومعزز افراد اور حکام و ولاۃ کو مخاطب فرما کر یہ اصول ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ خلع کو ہر ممکن حد تک روکنے کی کوشش کی جائے اور دونوں کے درمیان مصالحت کرانے کی اور گھر اجڑنے سے بچانے کی ہر ممکن تدبیر کی جائے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکماً من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللّٰہ بینھما ان اللّٰہ کان علیھا خبیرا.(۱۱)

(۱۱) سورۃ النساء: ۳۵

اگر تم لوگوں کو کہیں میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ اور باخبر ہے۔

صاحب تفہیم القرآن اسی آیت مبارکہ کے تحت حاشیہ میں رقمطراز ہیں:

اس آیت میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جہاں میاں اور بیوی میں ناموافقت ہو جائے وہاں نزاع سے انقطاع تک نوبت پہنچنے یا عدالت میں معاملہ جانے سے پہلے گھر کے گھر ہی میں اصلاح کی کوشش کر لینی چاہیے اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ میاں اور بیوی میں سے ہر ایک کے خاندان کا ایک ایک آدمی اس غرض کے لیے مقرر کیا جائے کہ دونوں مل کر اسباب اختلاف کی تحقیق کریں اور پھر آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور تصفیہ کی کوئی صورت نکالیں۔ یہ پنچ یا ثالث مقرر کرنے والا کون ہو؟ اس سوال کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے تاکہ اگر زوجین خود چاہیں تو اپنے اپنے رشتہ داروں میں سے خود ہی ایک ایک آدمی کو اپنے اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لیے منتخب کرلیں ورنہ دونوں خاندانوں کے بڑے بوڑھے مداخلت کر کے پنچ مقرر کریں اور اگر مقدمہ عدالت میں پہنچ ہی جائے تو عدالت خود کوئی کارروائی کرنے سے پہلے خاندانی پنچ مقرر کر کے اصلاح کی کوشش کرے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ ثالثوں کے اختیارات کیا ہیں۔ فقہا میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ ثالث فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے البتہ تصفیہ کی جو صورت ان کے نزدیک مناسب ہو اس کے لیے سفارش کر سکتے ہیں۔ ماننا یا نہ ماننا زوجین کے اختیار میں ہے ہاں اگر زوجین نے ان کو طلاق یا خلع یا کسی اور امر کا فیصلہ کر دینے کے لیے بنایا ہو تو البتہ ان کا فیصلہ تسلیم کرنا زوجین کے لیے واجب ہوگا۔ یہ حنفی اور شافعی علماء کا مسلک ہے۔ دوسرے گروہ کے نزدیک دونوں پنچوں کو موافقت کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے مگر علاحدگی کا فیصلہ وہ نہیں کر سکتے۔ یہ حسن بصریؒ اور قتادہ اور بعض دوسرے فقہا کا قول ہے۔ ایک اور گروہ اس بات کا قائل ہے کہ ان پنچوں کو ملانے اور جدا کر دینے کے پورے اختیارات ہیں۔ ابن عباس، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی،

شعبی، محمد بن سیرین اور بعض دوسرے حضرات نے یہی رائے اختیار کی ہے۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے فیصلوں کی جو نظیریں ہم تک پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات بینچ مقرر کرتے ہوئے عدالت کی طرف سے ان کو حکمانہ اختیارات دے دیتے تھے چناں چہ حضرت عقیل بن ابی طالب اور ان کی بیوی فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ کا مقدمہ جب حضرت عثمانؓ کی عدالت میں پیش ہوا تو انھوں نے شوہر کے خاندان میں سے حضرت ابن عباس کو اور بیوی کے خاندان میں سے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کو پنچ مقرر کیا اور ان سے کہا کہ اگر آپ دونوں کی رائے میں ان کے درمیان تفریق کر دینا ہی مناسب ہو تو تفریق کردیں۔ اسی طرح ایک مقدمہ میں حضرت علیؓ نے حکم مقرر کیے اور ان کو اختیار دیا کہ چاہیں ملادیں اور چاہیں جدا کردیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بینچ بطور خود تو عدالتی اختیارات نہیں رکھتے البتہ اگر عدالت ان کو مقرر کرتے وقت انھیں اختیارات دے دے تو پھر ان کا فیصلہ ایک عدالتی فیصلے کی طرح نافذ ہوگا۔(۱۲)

فان خفتم کا خطاب میاں بیوی کے ساتھ ساتھ دونوں خاندانوں کے سنجیدہ افراد اور حکام و امراء سب کے لیے عام ہے۔ حکام و امرا کو اس خطاب میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کہ اگر خلع کا معاملہ حکام تک پہنچ جائے تو ان کے لیے لازم ہوگا کہ فریقین کو مناسب طرزِ عمل اختیار کرنے پر آمادہ کریں اور اگر فریقین خلع ہی پر مصر ہوں تو خلع کا معاملہ خوش اسلوبی سے طے کرادیں کیوں کہ میاں بیوی کی علاحدگی اختیار کرنے میں ایک بلیغ نکتہ ملحوظ ہے جس کی صراحت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہے:

> **عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابلیس یضع عرشه علی الماء ثم یبعث سرایاه فادناهم منه منزلة اعظمهم فتنة یجی احدهم فیقول فعلت کذا و کذا فیقول ما صنعت شیئا قال ثم یجی احدهم فیقول ماترکته حتی فرقت بینه و بین امراته فیدنه منه ویقول نعم انت.(۱۳)**

(۱۲) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن جلد اوّل، ص: ۳۵۱۔۳۵۰، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور

(۱۳) صحیح مسلم شریف مع شرح نودی، جلد ششم، باب فتنۃ الشیطان فی العرب من التحریش ص: ۳۷۹، ناشران خالد احسان پبلشرز، لاہور

☆الولایة الخاصة اقوی من الولایة العامه ☆ولایتِ خاصہ ولایتِ عامہ کی نسبت قوی ہوتی ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے پھر وہ اپنے لشکروں کو (لوگوں کو بہکانے کے لیے) بھیجتا ہے۔ ان شیطانی لشکروں میں ابلیس کا سب سے زیادہ مقرب اس کا وہ چیلا ہوتا ہے جو لوگوں میں سے سب سے بڑا فساد ڈالے۔ کوئی شیطان ان میں سے آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں گناہ کرائے ہیں (یعنی فلاں سے چوری کرائی فلاں کو شراب پلائی) تو شیطان کہتا ہے تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک اور کہتا ہے کہ میں (میاں بیوی کے پیچھے پڑا رہا، ایک دوسرے کے خلاف ان کو بھڑکا تا رہا اور میں نے آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑا یہاں تک آج اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان علاحدگی کرا کے آیا ہوں۔ شیطان اس کے قریب ہو جاتا اور کہتا ہے تو نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

خلع کے سلسلہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ جب عورت اپنے خاوند سے اس قدر متنفر ہو چکی ہو اس کے ساتھ کسی قیمت پر نباہ کرنا ناممکن ہو تو اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ وہ شوہر کو سمجھا بجھا کر طلاق دینے پر آمادہ کرے۔ ایسی صورت میں شوہر کو بھی چاہیے کہ جب وہ نکاح کے رشتہ کو خوش گواری کے ساتھ نبھتا نہ دیکھے تو وہ شرافت کے ساتھ اپنی بیوی کو طلاق دے دے لیکن اگر شوہر اس بات پر راضی نہ ہو تو عورت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کو کچھ مالی معاوضہ دے کر اس سے آزادی حاصل کرلے۔

خلع کے سلسلہ میں عدالتی اختیارات

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ثابت بن قیس کی اہلیہ کا جو خلع کا واقعہ پیش آیا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو اس بات کا مشورہ دیا کہ اس سے باغ واپس لے کر اس کو طلاق دے دیں چناں چہ امام ابوبکر جصاص اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ زوجین کے درمیان ان کی رضامندی کے بغیر تفریق کرا دینا عدالت کا کام نہیں

امام موصوف احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

''اگر یہ اختیار حاکم کو ہوتا کہ جب وہ دیکھے کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہیں کریں گے تو ان کے درمیان خلع کا فیصلہ کردے خواہ زوجین خلع کو چاہیں یا خلع سے انکار کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے اس کا سوال ہی نہ فرماتے اور نہ شوہر سے یہ فرماتے کہ اس کو خلع دے دو بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود خلع کا فیصلہ دے کر عورت کو مرد سے چھڑا دیتے اور شوہر کو اس کا باغ لوٹا دیتے۔ خواہ وہ دونوں اس سے انکار کرتے یا ان میں سے ایک فریق انکار کرتا۔ چناں چہ لعان میں زوجین کے درمیان تفریق کا اختیار چوں کہ حاکم کو ہوتا ہے اس لیے وہ لعان کرنے والے شوہر سے نہیں کہتا کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دو بلکہ از خود دونوں کے درمیان تفریق کر دیتا ہے۔''(۱۴)

خلع کے معاملہ میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ یہ ہے کہ عورت کے مطالبہ خلع کو تسلیم کیا جائے چناں چہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر عورتیں خلع کا ارادہ کریں تو انکار نہ کرو۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو شوہر کی نافرمان تھی حضرت عمرؓ نے اس کے شوہر سے کہا کہ تم اس سے خلع کرلو۔(۱۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے پاس عورتوں کے خلع لینے کے مقدمات کا پیش ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جب خلع کے معاملات باہمی طور پر طے نہ ہوسکیں تو عدالت شرعی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور عدالت کی اولین ذمہ داری زوجین کے درمیان مصالحت کرانا ہے۔ ممتاز و معروف مفسر قرآن علامہ ابن کثیر نے حضرت عمرؓ کے متعلق واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت اپنے خاوند سے بگڑی ہوئی آئی۔ آپؓ نے فرمایا اسے گندگی والے گھر میں قید کر دو۔ پھر قید خانہ سے اسے بلوایا اور کہا کیا حال ہے اس نے کہ آرام کی راتیں مجھ پر میری زندگی میں یہی گزری ہیں آپؓ نے اس کے خاوند سے فرمایا اس سے خلع کرلے اگرچہ کان کی بالی کے بدلے ہی ہو۔(۱۶)

---

(۱۴) الجصاص، احکام القرآن جلد اول: ۳۹۵، مطبع سہیل اکیڈمی لاہور

(۱۵) ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی، فقہ حضرت عمر (اردو) ص: ۳۰۶، ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور

(۱۶) علامہ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر جلد اول پارہ دوم ص: ۹۹، مطبع نور محمد اصح المطابع وکار خانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ عدالت شرعی تحقیق و تفتیش کے بعد اگر یہ محسوس کرے کہ میاں بیوی کے درمیان موافقت نہیں ہوسکتی تو عورت سے کہے کہ وہ اپنا مہر چھوڑ دے اور شوہر سے کہے کہ وہ مہر چھوڑنے کے بدلے اس کو طلاق دے دے۔ عدالت اگر صرف سماعت کا اختیار رکھتی ہو اور مرد کے راضی نہ ہونے کی صورت میں فیصلہ منوانے ا اختیار نہ رکھتی ہو تو ایسی عدالت کو مرجع قرار دینا ہی فضول ہوگا۔ پھر اسلام میں قضاء کی جو اہمیت ہے اس کا بھی تقاضا ہے کہ نبی نوع انسان کے حقوق کا تحفظ اور ظالموں، غاصبوں اور جابر لوگوں کو حق و انصاف کی قوت و اقتدار کے سامنے جھکا کر عدل و انصاف کے قیام کو یقینی بنانا ہے چناں چہ ارشاد خداوندی ہے۔

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (۱۷)

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

خلع کے سلسلے میں دور حاضر کے حکام کا غیر شرعی طریقہ کار

ہمارے معاشرے میں جن افراد کو معمور کیا جاتا ہے۔ خلع کے مقدمات کو دیوانی مقدمات پر قیاس کر لیا گیا ہے حالاں کہ خلع کا مقدمہ عورت کے ناموس کے حلال و حرام سے متعلق ہے اس میں ایسی تساہل پسندی کسی طرح بھی روا نہیں ہوسکتی کہ احکام شرعیہ کے ماہرین قاضیوں کی بجائے رائج الوقت قانون میں تجربہ کار افراد کو منصب قضاء پر متعین کیا جائے۔

خلع کے سلسلہ میں جو سب سے اہم اور ضروری بات جس کی نشاندہی کرنا ہم سب کا دینی فریضہ ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں خلع کے مقدمات میں تحقیق و تفتیش کی ضرورت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے عورتوں کی طرف سے جو واقعات اور الزامات پیش کیے جاتے ہیں عدالت ان کو حرف آخر سمجھ کر فیصلہ صادر کر دیتی ہے۔ شرعی طور پر خلع کے فیصلے کی صحیح صورت یہ ہے کہ عورت کے دعویٰ دائر نہ کرنے پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کی شکایات و اعتراضات کے متعلق دریافت کرے کیوں کہ عدالت کا منصب فریقین کے ساتھ انصاف کرنا ہے اور انصاف اس وقت تک ممکن نہیں جب تک عدالت فریقین کا نقطۂ نظر دلائل و شواہد کے ساتھ پوری دل جمی

(۱۷) سورۃ النساء: ۵۸

سے نہ سن لے۔

عن علی قال بعثنی رسول اللّٰہ الی الیمن قاضیا فقلت یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیک وسلم ترسلنی وانا حدیث السن ولاعلم لی بالقضاء فقال ان اللّٰہ سیھدی قلبک ویثبت لسائک اذا تقاضی الیک رجلان فلا تقض للاول حتی تسمع کلام الاخر فانہ احری ان یتبین لک القضاء قال فما شککت فی قضاء بعد.

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں۔ میں نوجوان ہوں۔ مجھ کو قضاء کی کیفیت کا کچھ علم نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے دل کو ہدایت کرے گا اور تیری زبان کو ثابت رکھے گا جب دو آدمی تیرے پاس کوئی فیصلہ لائیں تو دوسرے کی بات سنے بغیر پہلے کے حق میں فیصلہ نہ دے یہ زیادہ لائق ہے کہ فیصلہ تیرے لیے ظاہر ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا اس کے بعد مجھے کبھی کسی فیصلہ کے متعلق شک نہیں رہا۔

شرعی قواعد کے مطابق خلع کے فیصلہ کی صحیح صورت یہ ہے کہ عورت کے مطالبہ خلع پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اسے عورت کے الزامات پر صفائی کا پوار موقع دے۔ اگر شوہر عورت کے الزامات سے انکار کرے تو عورت سے گواہ طلب کیے جائیں یا اگر عورت گواہ پیش کرنے سے قاصر ہو تو شوہر سے حلف لیا جائے۔ اگر شوہر حلفیہ طور پر اس کے اعتراضات والزامات کو غلط قرار دے تو عورت کا مطالبہ خلع روک دیا جائے۔ اگر عورت گواہ پیش کردے تو عدالت شوہر کو بیوی کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کرے لیکن اگر عدالت معاملہ کی پوری چھان بین اور گواہوں کی شہادت کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ زوجین کا یکجا رہنا ممکن نہیں اور عورت واقعی مظلوم ہے اور شوہر اس کے حقوق ادا نہیں کررہا تو شوہر کو طلاق دینے کا حکم دیا جائے اور اگر وہ

طلاق دینے پر بھی آمادہ نہ ہو تو عدالت از خود فسخ نکاح کا فیصلہ کر سکتی ہے اور عورت عدت کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن اگر عدالت نے معاملہ کی صحیح تفتیش اور گواہوں کی شہادت کے بغیر فیصلہ کیا یا شوہر کی غیر موجودگی میں محض عورت کے بیان پر یقین کر کے خلع کا فیصلہ دے دیا جیسا کہ ہمارے ہاں یہ اصول طے کر لیا گیا ہے کہ خلع کے مقدمات میں مرد ہمیشہ ظالم ہوتے ہیں اور عورتیں مظلوم ہوتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر ظلم کی انتہا یہ ہے کہ اکثر واقعات میں میاں بیوی دونوں ازدواجی زندگی بسر کرنے پر رضامند ہیں لیکن لڑکی کے والدین خلع کا جھوٹا مقدمہ کر کے خلع کی یک طرفہ ڈگری حاصل کر لیتے ہیں اور عدالت میاں بیوی سے پوچھتی تک نہیں ایسے فیصلے جن میں شرعی قواعد کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا شرعی لحاظ سے وہ فیصلے کالعدم ہیں۔ تنسیخ نکاح کے فیصلے کے باوجود عورت کے لیے نکاح ثانی کرنا جائز نہیں ہوگا۔

خلع کے معاملہ کا ایک غیر شرعی پہلو ہمارے قانون کے ماہرین وکلا حضرات کا طرزِ عمل ہے۔ وکیل صاحبان چوں کہ عدالت کی قانونی راہنمائی اور معاونت کرنے کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہوتے ہیں اور وہی فریقین کی طرف سے عدالت میں پیش ہوتے ہیں لیکن وہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود کہ ان کے مؤکل کا موقف غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے پھر بھی وہ اس جھوٹ کو سچ اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ وکلاء حضرات پر یہ شرعی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حق اور سچ کی پیروی و پاسداری کریں اور باطل اور ظلم و عدوان کو ختم کرنے کے لیے بھرپور اپنا کردار ادا کریں جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔